قرآن اور اصلاحِ معاشرہ

از قلم: مولانا الطاف الرحمٰن بنوی
معلم قرآن اکیڈمی

یہ مقالہ بھی ۱۲۔ نومبر کی منعقد شدہ مجلس مذاکرہ میں پیش کیا تھا ——— (ادارہ)

انسان کے تمام فطری میلانات اور خواہشات کی اگر ہم کسی جامع عنوان سے تعبیر کرنا چاہیں، تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب جلب منفعت اور دفع مضرت کے ذیل میں سموئے ہوئے ہیں۔ اس کی کسی بھی چھوٹی یا بڑی حرکت کا تحقیقی جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ یا تو وہ نفع اندوزی کے قبیل کی کوئی تدبیر ہے یا تحفظ کے سلسلے کی کوئی کڑی ہے، یہی فطرت وہ مبنی برحکمت اساس ہے جو ایک طرف تو انسانی معاشرت کی تعمیر و ترقی میں بنیادی کردار کی حامل ہے اور دوسری طرف اس کی شکست و ریخت کے لئے بھی ایک موثر عامل کی حیثیت رکھتی ہے۔

ظاہر ہے کہ قدرت نے انسان کو اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے مگر اس بندگی کی تفصیلی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا ایک ایسی معاشرت کے بغیر ممکن ہی نہیں جس میں مخاصمانہ اور معاندانہ کشمکش کی بجائے مخلصانہ اور خیرخواہانہ تناصر و تعاضد کا عنصر غالب ہو، یہی وہ اعلیٰ ترین قرآنی معاشرت ہے جو انسانی قابلیتوں کو فعلیت کی سطح پر نمودار ہونے اور زندہ کمالات بننے کا موقعہ بہم پہنچاتی ہے۔

ایسی معاشرت برپا کرنے کے لئے قرآن اولاً تو دو ایسی حقیقتوں کی طرف متوجہ کرتا ہے جن کا گہرا احساس انسان کی عاملانہ قوتوں یعنی عقل اور جذبات کو آخری حد تک متاثر کرتا ہے جس سے مخاصمت کے مقابلے میں مفاہمت کا راستہ اختیار کرنا بڑا آسان ہو جاتا ہے۔ یہ دو حقیقتیں وحدتِ خالق اور وحدتِ الوین ہیں، قرآن کس

صراحت کے ساتھ اعلان کرتا ہے:

"یَا اَیُّہَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی" اے لوگو ہم نے تم کو ایک نر اور ایک مادہ سے پیدا کیا۔

ان دو حقیقتوں میں سے اوّل الذکر کسی کے لئے جذباتی سہی، مگر عام لوگوں کے لئے سراسر عقلی محرک ہے جبکہ ثانی الذکر ایک خالص جذباتی داعیہ ہے، یہ دونوں تصوّرات شخص کو نوع میں ضم ہوجانے پر آمادہ کرتے ہیں اور ایثار و قربانی کی اعلیٰ روایات قائم کرنے پر اکساتے ہیں۔

پھر قرآن حکیم نے ان دو حقیقتوں کی روشنی میں خدا اور بندے اور بندے اور بندے کے درمیان تعلق کی نوعیت کو واضح فرمایا کہ بندہ اپنے رب کے ساتھ عبودیت اور بندے کے ساتھ اخوت کا رشتہ رکھتا ہے اور پھر ان دونوں رشتوں کی پوری پوری نگہداشت کو ترغیب و ترہیب اور تشویق و تخویف کے مختلف اسالیب کے ذریعہ اس پر لازم اور ضروری قرار دیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

یَا اَیُّہَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمْ اور اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ ٥

اب ان کلیات کے وہ تمام جزئیات جمع کرکے دیکھیں جو قرآن وحدیث میں بسط و تفصیل کے ساتھ بیان ہوتے ہیں مثلاً اوامر میں اخلاص، امانت، صداقت، عفت، عدل، حیا، ترحّم، خیرخواہی اور انکساری وغیرہ اور نواہی کے ضمن میں ریا، خیانت، جھوٹ، فحاشی، ظلم، بے شرمی، قساوت، تن پروری، حسد اور تکبّر وغیرہ، تو معلوم ہوگا کہ ان ستونوں پہ تمام معاشرے میں انسانی منفعت و مضرّت کے نقشے کچھ اس انداز سے ترتیب پاتے ہیں کہ افراد انسانی کی متعارض جبلّتوں کے باوجود ان کے مقاصد اور مساعی میں کسی ٹکراؤ اور تناقض کا کوئی موقعہ باقی نہیں رہتا، چنانچہ خلوت میں رضائے الٰہی کی فکر اور جلوت میں باہمی اخوت کے جذبے سے میل جول، مفاہمت کی ایسی فضا پیدا کردیتے ہیں جس میں معاشرت کی تمام کلیں مجتمع ہوکر ایک ایسی وحدت میں منضم ہوجاتی ہیں جو ایک ہی ارادے اور ایک ہی قوتِ عمل کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوتی ہے اور اگر خدانخواستہ کوئی بھی فرد قرآن کی متعینہ ڈگر سے ہٹ کر کسی اور راستے

پر حل نکلتا ہے، جس کا لازمی نتیجہ ٹکراؤ کی صورت میں ظاہر ہوگا تو قرآن حکیم ایک طرف
تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
اور وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا
فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ
اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ اور انہی آیات کی شرح میں نبی علیہ السّلام من رای منکم
منکرًا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم
یستطع فبقلبہ اور انصر اخاک ظالمًا او مظلومًا جیسے حکیمانہ
احکام سے بقیہ افراد معاشرہ کو اس کا سد باب کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ اور دوسری طرف
وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ
جیسی وعیدات سے قیامت کی بازپرس کا خوف دلاتا ہے یہ دونوں چیزیں اثر کئے بغیر
نہیں رہتیں چنانچہ جلد ہی مادۂ فساد کو اکھاڑ پھینکنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔

انہی قرآنی خطوط پر تشکیل پایا ہوا معاشرہ تخلیق انسانی کی وہ غایت ہے
جس کا اللہ تعالےٰ نے فرشتوں کے سامنے اس طرح سے ذکر فرمایا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی
الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۝ اور اس کے بغیر کسی بھی ڈھنگ پر کوئی بھی معاشرہ وجود میں
آئیگا تو اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۝ کا نقشہ پیش
کرے گا۔

قرآن نے ایک اعلیٰ معیاری معاشرت کا ایک نظریہ ہی نہیں دیا بلکہ اس کے
حاملین نے یہ معاشرہ قائم کرکے دکھایا اور معاشرتی مساوات کے وہ وہ نمونے پیش
کئے جس پر اسلامی تاریخ کو بجا طور پر فخر حاصل ہے امیر المؤمنین عمر فاروق رضؓ جیسے
باجبروت حکمران اپنے ایک غلام کی معیت میں بیت المقدس کا سفر کرتے ہیں
چنانچہ ایک ہی اونٹنی پر باری باری سے سوار ہو کر یہ لمبی مسافت طے کرتے ہیں
عین اس وقت جبکہ بیت المقدس میں داخل ہوتے ہیں غلام کی سواری کا نمبر
ہے وہ عرض کرتا ہے امیر المؤمنین! آپ اتریں نہیں میری نوبت میں بھی
سوار رہیں اور مجھے اونٹ کی مہار پکڑے رہنے دیں تاکہ داخلے کے وقت آقا
اور غلام ایک دوسرے سے ممتاز ہوں آپ فرماتے ہیں "الدود دورک

نواللہ لا نزلن ولتزکبن باری تمہاری ہے خدا کی قسم میں لازماً اتروں گا اور تم سوار ہوگے اور یہی امیر المؤمنین فاروق اعظم رضؓ ہی ہیں جو ایک کالے بھجنگے حبشی غلام حضرت بلال رضؓ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں "بلال سیدنا" کہ بلال ہمارے سردار ہیں اور فقط فاروق اعظم رضؓ ہی پر کیا انحصار اسلامی اور قرآنی معاشرت کے پورے خدوخال اور اس کے برکات وثمرات دیکھنے ہوں تو بتیس ۳۲ سالہ طویل مدت پر پھیلے ہوئے خلافتِ راشدہ کے اس دور کو ملاحظہ کیجئے جس کو بجا طور پر تاریخِ انسانی کا سنہری زمانہ کہا جا سکتا ہے۔

ایک صالح معاشرت کے بغیر خلافتِ ارضی کی گراں بار اجتماعی ذمہ داریوں سے نبٹنا نہ صرف مشکل بلکہ قطعاً انہونی بات ہے اپنے فرائض منصبی کی کما حقہٗ ادائیگی کے لئے انسانیت کو قرآن کی معاشرتی ہدایات وتعلیمات پر توجہ مرتکز کرنی ہوگی اس کے بغیر صلاح اور صلاح کے بغیر فلاح کی توقع نری حماقت ہے۔

OOOOOOO

بقیہ : "قرآنِ حکیم اور اصلاحِ معاشرہ"

کے لئے موزوں افراد بھی متعین کئے جائیں۔ کیونکہ افراد کا موزوں ہونا انتہائی ضروری ہے کسی بھی نظام کے چلانے والے افراد ہی ہوتے ہیں۔ اگر افراد موزوں نہیں ہوں گے تو کوئی بھی نظام صحیح طور پر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس ضمن میں سب سے پہلی اور بنیادی ضرورت یہ ہے کہ جو فرد اسلامی نظام میں کسی بھی منصب پر مقرر ہو وہ فکری طور پر اس نظام کی حقانیت پر یقین رکھتا ہو اور اس کو قابل عمل ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرہ کی اصلاح کے لئے سود مند بھی سمجھتا ہو۔ کسی بھی کمیونسٹ ملک میں آپ اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ کسی ایسے شخص کو کوئی بھی منصب سونپا جائے جو کہ کمیونزم پر یقین نہ رکھتا ہو۔